سیرت رسول ﷺ حالات حاظرہ کے تناظر میں

٭ ڈاکٹر مخدوم محمد روشن صدیقی

اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مخلوقات کو پیدا کرنا فرمایا ایک نوری دوسری ناری تیسری خاکی، نوری مخلوق ملائکہ کو کہتے ہیں، ناری مخلوق جنات کو کہتے ہیں اور خاکی مخلوق میں انسان وغیرہ شامل ہیں۔ ملائکہ جس نے آنکھ جھپکنے جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور آسمان وزمین کے درمیان جو خلاء ہے اس میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑی جہاں ملائکہ نے سجدہ نہ کیا ہو لیکن اس کے باوجود اشرف المخلوقات انسان ہی ٹھہری اور پھر اس نوری مخلوق ملائکہ نے انسان کی خلقت پر واضح اعتراض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض بھی کیا کہ: **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک**

رب العالمین ہم تیری تسبیح اور تقدیس بیان کرنے کے لئے کافی ہیں، لہٰذا اس نئی مخلوق کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن رب العلمین نے فرمایا:

اِنّیٓ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ بیشک میں تم سے اس کے متعلق زیادہ جانتا ہوں۔

اس انسان کی خلقت کا آغاز رب العالمین نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے کیا اور قیامت تک اس انسان کی پیدائش کا سلسلہ جاری رہے گا، اس انسانی مخلوق میں اللہ نے انبیاء کو سب سے اعلیٰ مقام عطا فرمایا اور انبیاء میں سب سے اعلیٰ مقام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت انسانیت کی معراج ہے اور کمالیت انسانیت کی عملی تعبیر ہے، اور اگر ذرا غور وفکر کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ نوری مخلوق ملائکہ کی طرف سے انسان کی پیدائش پر اعتراض کا جواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی آمد ہے، کہ جب معراج کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی ملاقات اللہ کی ذات سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اے میرے محبوب میری تعریف کرو'' جس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لاُ احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک

٭ چیئرمین شعبہ اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج قاسم آباد، حیدرآباد

اے میرے پروردگار میں تیری تعریف نہیں کرسکتا تیری تعریف تو وہ ہی ہے جو تو نے اپنی خود کی ہے۔(یعنی ہم قاصر اور عاجز ہیں)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک انسان کے اشرف ہونے کی واضح دلیل ہیں فرشتوں نے تو یہ کہا کہ ہم تیری تسبیح بیان کرنے والے ہیں، لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہم آپ کی تعریف بیان ہی نہیں کرسکتے" معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں معراج انسانیت ہے جس کے ذریعے انسان کی اشرفیت کا پتہ چلتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء، سردار الانبیاء کے اعزاز و مرتبے سے نوازا گیا، لہٰذا جب انبیاء کی امامت اور سیادت کا منصب آپ ﷺ کو عطا کیا گیا تو جو پروگرام آپ ﷺ کو ملا وہ بھی پوری دنیا پر امامت و سیادت اور غلبہ کا پروگرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مقصد اسلام کو غالب اور مکمل کرنا تھا حق کو باطل پر غالب کرنا تھا، اور یہ نظریہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بچپن سے ہی نمودار ہوا کہ فارس کے آتش پرستوں کی آگ جو ہزار سالوں سے بھڑک رہی تھی وہ بجھ گئی اور بت خانوں میں بتوں نے اپنے سر جھکا دیئے اور آپ ﷺ کی ولادت سے شیطان جنوں کا آسمان پر جانا بند ہو گیا جو کہ اوپر جا کر خبریں کاہنوں اور جادوگروں کو بتلاتے تھے۔

سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے بچپن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا لیکن سواری نے چلنے سے انکار کر دیا لیکن جب آپ ﷺ کو آگے بٹھایا تو سواری چل پڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بچپن کے حالات و واقعات اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف حق کو باطل پر غالب کرنا تھا اور یہی باطل پر غلبہ کا پہلو آپ ﷺ کی پوری سیرت طیبہ میں بچپن سے لے کر وصال تک کامل نظر آتا ہے۔

اسی لئے قرآن مجید میں اللہ نے آپ ﷺ کی آمد کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ھوا الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھِرَہٗ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیدا

اسی غلبہ کو امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے یوں بیان کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ہر اعتبار سے غلبہ عطا فرمایا کہ آپ ﷺ کا انقلاب فکری، معاشی اور سیاسی ہے کہ ان کفار کے اندر سے بت پرستی کی باطل فکر کو نکال کر ایک اللہ کی پرستش کو ڈال دیا گیا اور ابولہب کی ہلاکت معاشی غلبہ کا عندیہ ہے اور فتح مکہ کا واقعہ اسلام کے سیاسی غلبہ کا واضح ثبوت ہے۔

الیوم یئس الذین کفرو عن دینکم۔

اسی غلبہ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے یوں بیان کیا کہ ''نزول قرآن کے ابتدائی دور کے چند سال تو اس حالت میں گذرے کہ قرآنی تعلیمات کو کھلے طور پر پیش کرنا بھی ممکن نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر لوگوں کو اصول قرآنی کی طرف دعوت دیتے ہیں، پھر شمار مزاحمتوں اور مخالفتوں کے نرغے میں کچھ اعلانیہ دعوت بھی شروع کی جاتی ہے، مگر قرآن کریم کے مجوزہ قانون کی تنفیذ کا کوئی امکان نہ تھا اور یہ دور مکی زندگی کا ہے، ہجرت مدینہ کے بعد آپ کو ﷺ صرف دس سال ایسے ملے جن کو مسلمانوں کے لئے آزادی کا زمانہ کہا جاسکتا ہے، جس میں قرآنی نظام کی مکمل تعلیم اور تنفیذ کی کوشش اور کوئی تعمیری کام کیا جاسکتا تھا، لیکن ان دس سالوں پر اگر ہم نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ابتدائی چھ سال دشمنوں کے نرغے منافقین اور یہود مدینہ کی سازشوں سے کسی کو فرصت نہ تھی کہ کوئی تعمیری کام اور ایسا نظام جو ساری دنیا کے نظاموں سے مختلف ہے عملی طور پر نافذ کرسکے، مسلمانوں کے خلاف بڑے بڑے معرکے انہی چھ سالوں کے اندر پیش آئے، غزوۂ بدر، احد، احزاب وغیرہ سب اسی مدت کے اندر ہوئے۔

ہجرت کے چھٹے سال دس سال کے لئے حدیبیہ کا صلح نامہ لکھا گیا اور صرف ایک سال اس معاہدہ پر قریش عرب قائم رہے، اس کے بعد انہوں نے اس کو بھی توڑ ڈالا اور پھر جہاد کا سلسلہ شروع ہوگیا، ظاہر اسباب میں صرف یہ ایک دو سال ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے لئے ملے کہ قرآن کی دعوت کو عام کرسکیں اور اس کے نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کرسکیں، اسی عرصے میں آپ ﷺ نے بڑے بڑے سلاطین دنیا کو خطوط لکھے، قرآن کی دعوت ان کو پہنچائی، قرآنی نظام کو قائم کرنے اور پھیلانے کی سعی فرمائی اور نبی اکرم ﷺ کی آخر عمر مبارک تک اس آزادی کے صرف چار سال ہوتے ہیں جن میں فتح مکہ کا جہاد بھی پیش آیا اور مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

اب اس چار سال کی قلیل مدت کو دیکھئے اور قرآن کے اس نفوذ و اثر پر نظر ڈالئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تقریباً پورے جزیرۃ العرب پر قرآن کی حکومت تھی، ایک طرف سرحد روم تک اور دوسری طرف عراق تک، تیسری طرف عدن تک پہنچ چکی تھی۔

سیرت طیبہ کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں سیرت طیبہ کے دو اہم پہلو نظر آتے ہیں، ایک مکی زندگی کا پہلو اور دوسرا مدنی زندگی کا پہلو، مکی زندگی کا پہلو ابتدائی دعوت و تبلیغ کا پہلو ہے اور مدنی زندگی کا پہلو دعوت کے ساتھ جہاد اور اسلام کے غلبہ کا پہلو ہے، دونوں پہلوؤں کو ملانے سے ہی سیرت طیبہ کو کامل کہا جائے گا، دونوں پہلوؤں پر عمل کرنا مکمل اتباع کہلائے گا، ایک پہلو کو بیان کرنا اور دوسرے کو چھوڑ دینا، خیانت کہلائے گا، اس پہلو پر عمل کرنا اور دوسرے کو چھوڑ دینا کامل اتباع نہیں کہلائے گا اور ایک پہلو کو اپنا کر دوسرے کی نفی کرنا گمراہی کہلائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی "**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم السلام دینا** کی عملی تصویر ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو مکمل کر کے، اپنی زندگی میں اپنا کر ہمیں اسلام کے مطابق زندگی گذارنے کا عملی نمونہ دیا تھا کہ آنے والی نسلیں اسلام کو مکمل طور پر اپنائیں۔

لہٰذا اس دنیا کے ختم ہونے تک آنے والے آخری انسان کے لئے پیغمبر ا کی زندگی ہی نمونہ ہوگی۔ لیکن جب ہم اوپر بیان کئے ہوئے معروضات کی روشنی میں سیرت طیبہ کو حالات حاضرہ کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو ہمیں امت مسلمہ کی زندگی گذارنے کا نمونہ بالکل الٹ نظر آتا ہے کہ امت مسلمہ اس وقت کفر کے نرغے میں پھنسی نظر آتی ہے، جبکہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ نبی اکرم ا کے اعلیٰ شرف و مقام کے بدولت امت مسلمہ کو بھی اعلیٰ مقام اور شرف حاصل ہے کہ اس امت کو امامت الامت، خیر الامت، اعتدال والی امت کے اعلیٰ مقام سے نوازا گیا ہے، اور جب پیغمبر ا کی زندگی حق کو باطل پر غالب کرنے کی عملی تصویر نظر آتی ہے تو امت کو بھی اس غلبے کے مشن کو اختیار کرنا تھا نہ کہ مغلوبیت کے طوق کو اپنے گلے میں ڈالنا تھا لیکن امت نے جب اتباع رسول ا کو چھوڑ دیا اور نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ مغربی تہذیب و ثقافت کو اپنا کر جدت پسندی کے سیلاب میں اپنے آپ کو ڈبو دیا اور اتباع رسول کو "بنیاد پرستی" کا نام دے دیا اور جو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل

کرے یا عمل کرنے کی بات کرے تو اسے "بنیاد پرست" کے لقب سے پکارا جائے، لیکن یہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار نے پہلے بھی امت مسلمہ کو مغربی تہذیب اور ثقافت کا لبادہ اوڑھانے کیلئے محنت اور جدو جہد کی، لیکن صحابہ کرام اور ان کے رفقاء نے کسی بھی حالت میں سیرت رسول ا کے دامن کو نہیں چھوڑا اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے، یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ نے جو روش اختیار کی وہ کسی سانحے سے کم نہیں کہ امت مسلمہ نے اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کو اپنا لیا، جہاں تک شخصی، علاقائی اور قومی تشخص کا تعلق ہے تو ہمارے معاشرے میں مختلف قومیں مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی رہتی بستی ہیں، جن کا اپنا اپنا لباس، رہن وسہن اور رسم و رواج ہیں، لیکن جب سب نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو پھر ان کے شخصی علاقائی، قومی اور دیگر تشخص کی اسلامی تشخص کے آگے کوئی حیثیت نہیں رہی اور سب ایک ہی صورت و سیرت کے مالک ہونے چاہئے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من تشبه بقوم فهو منهم**

یعنی اتباع رسول کو اپنا تشخص بنانا یہ ایک اسلامی تشخص ہے اور اتباع رسول نام ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "صورت" کا اور "سیرت" کا اور یہی ہماری تہذیب وثقافت ہے۔

لیکن افسوس کہ "شد مسافر دین احمد" یعنی امت مسلمہ مغربی تہذیب سے اتنی مرعوب اور یہود و نصاریٰ و دیگر اغیار سے اتنی خوفزدہ ہے کہ جو ان سے یہ کہے کہ جو صورت رسول اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنائے اسے بنیاد پرست اور بیک ورڈ **(Back word)** کہو اور جو گندگی اغیار میں ہے اس کو اپنائے اس کو جدت پسند کہو تو امت مسلمہ نے اغیار کے کہنے پر یہ ہی راگ الاپنا شروع کر دیا، لیکن کفر کی قوتیں جانتی ہیں کہ بلکہ ان کا کامل یقین ہے کہ جس دن امت مسلمہ صورت رسول اور سیرت رسول کی پیکر ہوگی اس دن ان کا کامل غلبہ ہوگا۔

اسی طرح یہود و نصاریٰ نے پہلے بھی مسلمان کی تباہی و بربادی کے لئے عورت کے ہتھیار کو استعمال کرنے کی کوشش کی تا کہ مسلمان کا ایمان کھوکھلا ہو جائے اور آج بھی مغربی فحاشی اور عریانی مسلمان کی عورت کا زیور بن گئی اور جو لباس اور پردا اور جو شرف و مرتبہ سیرت رسول اللہ ﷺ کے آئینہ میں نظر آتا ہے اسے آج کی عورت "جدت پسندی" کے نشے میں چھوڑ چکی ہے لیکن میں اپنی

مسلمانوں مستورات سے مؤدبا پوچھتا ہوں کہ کیا آپ پیغمبر ﷺ کی سنت، سیرت اور ازواج مطہرات اور بنات رسول ﷺ سے بڑھ کر ہیں کہ ان کے لئے تو پردا اور مردوں سے میل ملاقات کرنا غیر ضروری اور ناجائز اور آپ کے لئے ضروری اور جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

لایخلونّ رجل بامرأة ولا تسافرنّ امراة الا معها محرم

(مشکوٰۃ/ص۲۲۱،۱۳۰عن ابن عباس مرفوعاً)

یعنی ہرگز تنہائی نہ کرے کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اور نہ ہرگز سفر کرے کوئی عورت مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو یہ سن کر ایک صحابی بولے کہ میرا نام تو غزوۂ میں دیدیا گیا ہے اور میں جہاد پر جانے کے لئے تیار ہوں اور میری بیوی حج کا احرام باندھے نکلی ہے۔ تو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جا پس حج کر اپنی بیوی کے ساتھ۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے حاتم طائی کی بیٹی جو کہ کافرہ ہے پیش کی گئی جس کا سر ننگا تھا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارکہ کو اتار کر اس کے ننگے سر کو ڈھانپا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کہ دو پہلو ہیں کہ ایک طرف تو آپ لوگوں کے ساتھ انتہائی شفقت اور رحمدلی اور نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہیں اور دوسری طرف اسلام دشمنوں کے خلاف سخت دل اور جنگجو بھی ہیں کہ کفار کے مقابلے میں خود میدان کارزار میں تلوار لے کر کھڑے ہیں۔

اگر نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو صرف صحابۂ کرامؓ کے دور تک محدود کرتے ہیں تو پھر بحث مباحثہ کرنا فضول ہے، لیکن اگر نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے قیامت تک مشعل راہ ہے اور زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ (Sample) ہے تو پھر سیرت رسول ﷺ کی کسوٹی پر دنیا میں رونما ہونے والے تمام حالات کو پرکھنا پڑے گا اگر اس کسوٹی پر نبی کریم ﷺ کی زندگی کے موافق ہے تو پھر یہ ہمارے لئے "ہدایت" ہے اور اگر موافق نہیں بلکہ مخالف ہے تو پھر وہ گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گمراہی سے محفوظ فرمائے اور نبی ﷺ کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین